سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہؓ

طالب الہاشمی

حضرت زبرقان بن بدر تمیمی سعدیؓ

(ماہِ نجد)

حضرت زبرقان بن بدر تمیمی سعدیؓ
(ماہِ نجد)

①

یوں تو سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کے ہر صحابی کی سیرت بھی نورانی تھی اور صورت بھی نورانی لیکن بعض صحابۂ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حسنِ صورت اور وجاہت سے نوازا تھا۔ ایسے ہی اصحاب میں عرب کے مشہور قبیلہ بنو تمیم کی شاخ بنو سعد کے ایک فرزند زبرقان بن بدرؓ بھی تھے جو اپنے میدہ وشہاب رنگ اور انتہائی دل کش خدوخال کی وجہ سے ''ماہِ نجد'' کے لقب سے مشہور تھے۔ قبیلے کے لوگ تو خیر اُن سے مانوس ہو چکے تھے لیکن کوئی اجنبی انھیں دیکھتا تو ٹھٹک کر رہ جاتا۔ یہی سبب تھا کہ جب کبھی وہ اپنے وطن سے باہر کسی جگہ جاتے تو اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھ لیتے تھے تاکہ ان کا حسن وجمال کسی کو فتنہ میں مبتلا نہ کردے۔ حضرت زبرقانؓ کی کنیت ابوعیاش اور اصل نام حسین تھا لیکن وہ تاریخ میں اپنے عرف یا لقب زبرقان سے مشہور ہوئے۔ نسب نامہ یہ ہے: زبرقان بن بدر بن امرؤالقیس بن خلف بن بہدلہ بن عوف بن کعب بن زید مناۃ بن تمیم۔

حضرت زبرقانؓ کے آباء واجداد کسی زمانے میں بنو تمیم کے بادشاہ تھے۔ چناں چہ وہ شاہی خاندان کا رکن ہونے کی بنا پر اپنے قبیلے میں نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ بعثتِ نبوی کے وقت وہ ''بنوسعد'' کے سردار تھے یہ وہی قبیلہ تھا جس سے حضورؐ کی دایہ بی بی حلیمہؓ کا تعلق تھا۔ حضرت زبرقانؓ محض ایک قبائلی سردار ہی نہیں تھے بلکہ ایک قادر الکلام

شاعر بھی تھے اور بنوتمیم کے شعراء میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ بنوتمیم طویل عرصہ تک تاج و تخت کے مالک رہے تھے، اس لیے ان کے دماغوں میں خاندانی فخر وغرور کا نشہ سمایا ہوا تھا۔ اسی پندار اور نخوت نے انھیں پورے اکیس برس تک اسلام کی طرف راغب نہ ہونے دیا لیکن آخر وہ وقت آ گیا جب دوسرے تمام قبائلِ عرب کی طرح بنوتمیم بھی آستانۂ نبویؐ کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔

(۲)

فتح مکہ اور غزوۂ حنین (۸ ہجری) کے بعد عرب کے تمام غیر مسلم قبائل پر ہیبتِ حق طاری ہوگئی اور عرب کے گوشے گوشے سے مختلف قبائل کے وفود شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہونے کے لیے بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہونے لگے۔ ۹ ہجری میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی ''عام الوفود'' پڑ گیا۔ بنوتمیم نے بھی ستّر یا اسّی آدمیوں پر مشتمل اپنا ایک وفد اُسی سال مدینہ منوّرہ بھیجا۔ اس وفد میں قبیلہ تمیم (کی مختلف شاخوں کے) بڑے بڑے رؤسا، شعلہ بیاں خطیب اور بلند پایہ شاعر شامل تھے۔ حضرت زبرقان بن بدرؓ بھی اس وفد کے ایک رکن تھے۔ وفدِ بنوتمیم کے ورودِ مدینہ کے بارے میں مشہور روایت تو یہی ہے کہ وہ بھی دوسرے وفود کی طرح اظہارِ اطاعت کے لیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا (یہ الگ بات ہے کہ اس سلسلے میں اس وفد نے بعض نامعقول شرائط پیش کیں) لیکن ایک روایت یہ بھی ہے (جو امام بخاریؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے نقل کی ہے) کہ محرم ۹ ہجری میں حضورؐ نے ایک مہم بنوتمیم کے ایک خانوادے بنوعنبر کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمائی کیوں کہ ان لوگوں نے خود بھی خراج ادا کرنے سے انکار کیا تھا اور دوسرے قبیلوں کو بھی منع کیا تھا۔ بنوعنبر کے لوگ اسلامی لشکر کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مسلمان ان کے باسٹھ افراد کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لے آئے۔ بنوتمیم نے ان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے اقرع بن حابس کی قیادت میں اپنے سرکردہ آدمیوں کا ایک وفد مدینہ منوّرہ بھیجا ــــ صورتِ واقعہ کچھ بھی ہو، اس بات پر سب اہلِ سِیَر کا اتفاق ہے کہ یہ وفد بڑے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ مدینہ آیا ــــ ''تفسیر مواہب الرحمٰن'' (مولوی سید امیر علیؒ) میں رئیس الوفد اقرع بن حابس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ''اُس وقت مجھ میں جہالت اور بدویت موجود تھی اور میں اپنی بے تمیزی سے کاشانۂ نبوی کے سامنے پہنچ کر چلّایا، اے محمدؐ باہر نکل کر ہمارے پاس آؤ۔''

حضورؐ کو ان کا اکھڑ پن ناگوار تو گزرا لیکن آپؐ سراپا عفو و کرم تھے۔ باہر تشریف لا کر ان سے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ اقرعؓ نے کہا ''محمدؐ میں وہ ہوں کہ خدا کی قسم میری مدح انسان کی عزت کو بڑھا دیتی ہے اور میری ہجو انسان کو داغ لگا دیتی ہے۔'' حضورؐ نے فرمایا، ''یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔'' اقرع اب بھی خاموش نہ ہوئے اور کہا ''ہم سب سے زیادہ معزز ہیں۔'' حضورؐ نے فرمایا ''تم سے زیادہ معزز یوسفؑ بن یعقوبؑ تھے۔'' اقرع اب اپنے اصل رنگ پر آئے اور کہا ''محمدؐ ہم آپ سے مفاخرت کرنا چاہتے ہیں اپنے شعراء اور خطباء کو اجازت دیں کہ وہ ہمارے شعراء اور خطباء کا مقابلہ کریں۔'' ـــــ بہ قول ابن اثیر صاحبِ ''اُسدُ الغابہ'' حضورؐ نے فرمایا: ''میں فخاری اور شعر بازی کے لیے مبعوث نہیں ہوا لیکن اگر تم اسی کے لیے آئے ہو تو یونہی سہی تم اپنا کمال دکھاؤ، ہم جواب دیں گے۔''

اقرع نے اپنے وفد کے ایک رکن عطاردؓ بن حاجب کو اشارہ کیا کہ وہ اٹھ کر تقریر کریں۔ عطارد ایک آتش بیان خطیب تھے، انھوں نے کھڑے ہو کر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بنو تمیم کے جاہ و حشم، تموّل، عالی نسبی، اثر و اقتدار، شجاعت و بسالت، فیاضی اور مہمان نوازی کا ذکر کیا۔ جب ان کی تقریر ختم ہوئی تو حضورؐ نے حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ کو حکم دیا کہ وہ عطارد کی تقریر کا جواب دیں۔ حضرت ثابتؓ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت، آپؐ کی دعوت، نزولِ قرآن اور مہاجرین و انصار کے فضائل کو ایسے بلیغ اور مؤثر پیرایہ میں بیان کیا کہ ساری مجلس ساکت ہو گئی۔

اب بنو تمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر شعر و شاعری کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کی شان میں ایک پُر زور قصیدہ پڑھا جس میں خود ستائی، تعلّی اور نخوت کے سوا کچھ نہ تھا تاہم اس کے زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت میں کوئی کلام نہ تھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''اِصابہ'' میں لکھا ہے کہ زبرقان کے اشعار سن کر خود جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، ''اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا'' (بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے) زبرقانؓ بیٹھے تو حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کا جواب دیں۔ انھوں نے اٹھ کر زبرقانؓ ہی کے بحر اور قافیہ میں فی البدیہہ ایسے فصیح اور بلیغ اشعار سنائے کہ بنو تمیم انگشت بدنداں ہو گئے اور رئیسِ وفد اقرعؓ بن حابس کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آ گئے:

''باپ کی قسم، محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے برتر ہے اور محمدؐ کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔ ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ دل کش اور شیریں ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ صرف خدائے واحد ہی عبادت کے لائق ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔''

تمام اہلِ وفد نے ایک زبان ہو کر ان کی رائے سے اتفاق کیا اور پھر سب نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے ہاتھ رحمتِ عالم ﷺ کے دستِ مبارک میں دے دیئے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت اقرعؓ کی سفارش پر حضورؐ نے بنوعنبر کے تمام قیدی بھی رہا کر دیے۔

یہ وفد مدینہ منوّرہ سے چلنے لگا تو حضورؐ نے حضرت زبرقان بن بدرؓ کو اپنی طرف سے بنوسعد کا امیر مقرر فرمایا۔ گویا جو اعزاز انھیں دورِ جاہلیت میں حاصل تھا، ان کے قبولِ اسلام کے بعد بھی حضورؐ نے اس کو برقرار رکھا۔

(۳)

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو یکایک سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ انصار، قریش اور بنوثقیف کے سوا عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو کسی نہ کسی حد تک اس فتنہ سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بنوتمیم کی بہت سی شاخیں بھی اس کی لپیٹ میں آ گئیں اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا لیکن حضرت زبرقانؓ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ حق پر قائم رہے اور اپنے قبیلہ بنوسعد کو بھی اس میں مبتلا نہ ہونے دیا۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ انھوں نے اس پُرآشوب دور میں بھی حسبِ دستور اپنے قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کی اور اسے بارگاہِ خلافت میں روانہ کیا۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے اخلاص اور استقامت سے بہت خوش ہوئے اور ان کا اعزاز اور مرتبہ برقرار رکھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں بھی حضرت زبرقانؓ بنوسعد کی امارت پر فائز رہے۔ ایک مرتبہ وہ زکوٰۃ کی رقم لے کر مدینہ منوّرہ آ رہے تھے کہ راستے میں نام ور شاعر حطیہ مل گیا۔ دورانِ گفتگو میں اس نے بتایا کہ میں صحرا کی زندگی سے تنگ آ چکا ہوں، اب عراقِ عرب جا رہا ہوں تاکہ وہاں کے نعائم سے متمتع ہو سکوں۔ حضرت زبرقانؓ عیش و آرام کی زندگی کو ناپسند کرتے تھے اور اس پر صحرا کی بود و باش اور سادہ زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔ انھوں نے حطیہ کو

عراقِ عرب جانے سے روک دیا اور اس سے کہا کہ وہ ان کی واپسی تک ان کے گھر مہمان کی حیثیت سے قیام کرے۔ حطیہ اس وقت تو لوٹ گیا لیکن اس کے دل میں حضرت زبرقانؓ کے بارے میں تکدّر پیدا ہو گیا کہ انھوں نے اس کے شاعرانہ ولولے پورے نہ ہونے دیئے۔ چناں چہ اس نے ان کی ہجو کہہ ڈالی۔ حضرت زبرقانؓ چاہتے تو اس کا جواب دے سکتے تھے لیکن قبولِ اسلام کے بعد وہ اس قسم کی (ہجویہ) شاعری سے کنارہ کش ہو چکے تھے اس لیے انھوں نے مناسب یہی سمجھا کہ دربارِ خلافت میں حطیہ کی شکایت کریں۔ حطیہ کے اشعار اس قسم کے تھے کہ بہ ظاہر ان پر ہجو کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت زبرقان کی شکایت پر تذبذب میں پڑ گئے اور انھوں نے شاعرِ رسول اللہؐ حضرت حسان بن ثابت سے رائے طلب کی کہ حطیہ کے اشعار پر ہجو کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔ انھوں نے فیصلہ دیا کہ یہ ہجو یہ اشعار ہی ہیں۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے حطیہ کو قید کر دیا۔

حافظ ابنِ عبد البرؒ نے ''استیعاب'' میں لکھا ہے کہ چند دن بعد حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حطیہ کی رہائی کی سفارش کی۔ حضرت عمر فاروقؓ ان جلیل القدر صحابہؓ کا بہت لحاظ کرتے تھے انھوں نے ان کی بات مان لی اور حطیہ کو آئندہ کے لیے توبہ کرا کے رہا کر دیا۔

حضرت زبرقانؓ حق بات کہنے میں بہت جری تھے۔ حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد کے نامور گورنر زیاد بن ابیہ نے ایک مرتبہ لوگوں پر بہت سختی کی تو وہ اس کے پاس گئے اور برملا کہا کہ لوگ تمھاری سختیوں سے نالاں ہیں اپنا ہاتھ ان سے روکو۔

حضرت زبرقانؓ کے سالِ وفات کے بارے میں کتبِ سیَر خاموش ہیں البتہ امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت تک ان کی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ اگر کبھی انھیں مکہ معظّمہ جانے کا اتفاق ہوتا تو اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھ لیتے تھے تا کہ ان کے غیر معمولی حسن و جمال پر لوگوں کی نظر نہ پڑے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ